الانوار الاحدیہ شرح الشمائل المحمدیة

خلاصۂ شمائل ترمذی

از
مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
(پیدائش: 1930ء وفات: 28 اپریل 2008ء)

پیشکش: مولانا راشد علی عطاری مدنی

تعارف مصنف

مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی (پیدائش: 1930ء - وفات: 28 اپریل 2008ء) پاکستان سے تعلق رکھنے والے ممتاز مصنف اور سلسلہ نقشبندیہ کے صوفی بزرگ تھے۔ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی پر تحقیقی کام کی وجہ سے سند مانے جاتے تھے۔ جو مسعود ملت کے نام سے معروف ہیں۔

حالات زندگی

ڈاکٹر مسعود احمد 1930ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔۔ آپ دہلی کے ممتاز عالم دین اور روحانی پیشوا مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ کے فرزند رشید ہیں۔ آپ کے والد ماجد بے مثل عارف و عالم اور فقیہ و مفتی تھے اور مسجد فتح پوری کے امام و خطیب تھے۔ ان کی علمی یادگاروں میں شاہ ولی اللہ دہلوی کے فارسہ ترجمہ قرآن کا اردو میں مظہر القرآن کے نام سے ترجمہ و تفسیر اور فتاویٰ مظہری معروف ہیں۔ ڈاکٹر مسعود نے عربی، فارسی، فقہ اور قرآن و حدیث کی ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔ بعد ازاں 1941ء تا 1945ء مدرسہ امینیہ مسجد جامع فتح پوری دہلی سے پڑھ کر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت و خلافت حاصل کی۔ 1947ء میں اورینٹل کالج دہلی سے فارسی میں آنرز، 1948ء میں مشرقی پنجاب یونیورسٹی سے فاضل اردو اور پھر پاکستان منتقل ہونے کے بعد 1956ء میں سندھ یونیورسٹی جامشورو سے ایم اے (گولڈ مڈلسٹ) اور 1971ء میں قرآن پاک کے اردو تراجم و تفاسیر کے عنوان سے اسی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

علمی سفر

مسعود ملت نے اپنے سفر نگارش کا آغاز 1951ء میں کیا۔ جب آپ نے اسلام کی تعلیمات پر مبنی ایک انگریزی کتاب (Islam at the Cross Road) کے چند ابواب کا ترجمہ کیا جس کا عنوان "اسلام دوراہے پر" تھا۔ 1958ء میں آپ کو سندھ یونیورسٹی حیدرآباد کی جانب سے تمام امتحانات میں اول آنے پر گولڈ میڈل دیا گیا۔ آپ 1958ء سے 1966ء تک لیکچرار کے عہدے پر فائز رہے۔ 1966ء سے 1974ء تک اسسٹنٹ پروفیسر رہے اور 1974ء سے 1992ء تک پروفیسر اور پرنسپل کے فرائض سر انجام دیے۔ آپ کے استاد پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفی خان نے ڈاکٹریٹ کے لیے یہ عنوان تجویز کیا "اردو میں قرآنی تراجم و تفاسیر ...ایک تاریخی جائزہ" 1971ء میں آپ کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی... اس سے قبل 1963ء میں سندھ یونیورسٹی حیدرآباد سندھ میں منعقدہ "آل پاکستان اسلامک اسٹڈیز" کانفرنس میں شرکت کی اور وہیں بارہویں صدی کے اردو قرآنی تراجم کے موضوع پر مقالہ پڑھا۔

تحقیقی کام

آپ نے 1970ء میں امام احمد رضا خان پر تحقیقی کام کا آغاز فرمایا اور امام صاحب کے سیاسی افکار پر پہلی کتاب "فاضل بریلوی اور ترک موالاۃ" لکھی جو 1971ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ دوسری کتاب "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" مرتب فرمائی جو 1973ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کے بعد علمی تحقیقات کا ایک وسیع سلسلہ شروع ہو گیا۔ آپ نے امام صاحب کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا۔ اب تک امام احمد رضا پر 30 سے زائد تصانیف اور 70 سے زائد تحقیقی مقالات و مضامین چھپ چکے ہیں۔ آپ ممبر بورڈ آف اسٹڈیز شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ اس کے علاوہ آپ شعبہ اردو، شاہ

عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور (سندھ) اور شعبہ علوم اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی کے ڈائریکٹر ریسرچ بھی رہے۔ 1990ء میں ایڈیشنل سیکریٹری وزارت تعلیم حکومت سندھ مقرر ہوئے۔ آپ کی علمی خدمات کو سراہتے ہوئے آپ کو پاکستان اینٹی لیکچوئل فورم کی جانب سے گولڈ میڈل سے نوازا گیا۔ اس کے علاوہ 1993ء میں صدر پاکستان کی جانب سے نشان اعزاز فضیلت عطا کیا گیا۔ آپ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی کے سرپرست اعلیٰ رہے۔ ادارہ نے آپ کی علمی کاوشوں کو مدنظر رکھتے ہوئے 1991ء میں آپ کو طلائی تمغے سے نوازا۔[1] آپ کی تحقیقات ہر مکتب فکر کے علما میں اچھی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔(جن کی تعداد 600 سے زائد ہے) آپ نے دوسرے موضوعات کے علاوہ امام احمد رضا خان کو تحقیقی موضوع بنایا ہے لیکن 1992ء سے مسلک اہل سنت وجماعت پر آپ کی تحقیقی کاوشیں اور رسائل وکتب، عربی، اردو، انگریزی، ہندی وغیرہ میں ترجمہ ہو کر شائع ہوئے ہیں۔

تصنیفات

1. فاضل بریلوی اور ترک موالاۃ، مطبوعہ 1971ء
2. فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ 1973ء
3. عاشق رسول، مطبوعہ 1976ء
4. حیات فاضل بریلوی، مطبوعہ 1987ء
5. مولانا احمد رضا خان بحثیت سیاست دان، مطبوعہ 1979ء
6. مولانا احمد رضا خان بریلوی، مطبوعہ 1979ء
7. گناہ بے گناہی، مطبوعہ 1981ء
8. اکرام امام احمد رضا خان، مطبوعہ 1981ء
9. امام اہل سنت' لاہور، مطبوعہ 1981ء
10. اجالا، 1983ء
11. امام احمد رضا خان اور عالم اسلام، مطبوعہ 1983ء
12. امام احمد رضا خان اور حرکت زمین، مطبوعہ 1984ء
13. دائرۃ معارف امام احمد رضا، مطبوعہ 1984ء
14. حیات امام اہل سنت، مطبوعہ 1984ء
15. رہبر ورہنما، مطبوعہ 1987ء
16. حیات امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ 1987ء
17. تنقیدات وتعاقبات امام احمد رضا، لاہور مطبوعہ 1988ء
18. غریبوں کے غم خوار، مطبوعہ 1990ء
19. سر تاج الفقہاء، مطبوعہ 1990ء
20. امام احمد رضا خان اور علوم جدیدہ وقدیمہ، مطبوعہ 1990ء

21. گویا دبستان کھل گیا، مطبوعہ 1991ء
22. امام احمد رضا اور عالمی جامعات، مطبوعہ 1991ء
23. امام احمد رضا محدث بریلوی، مطبوعہ 1992ء
24. عشق ہی عشق 'لاہور، مطبوعہ 1993ء
25. ارمغان رضا 'کراچی، مطبوعہ 1994ء
26. انتخاب حدائق بخشش 'کراچی، مطبوعہ 1995ء
27. آئینہ رضویات 3 مجلدات 'کراچی، مطبوعہ 1989ء-1996ء
28. خلفائے اعلیٰ حضرت 'لاہور، مطبوعہ 1996ء
29. خوب و ناخوب (اردو' فارسی)، مطبوعہ 1999ء
30. مکتوبات مسعودی (بابت امام احمد رضا) لاہور، مطبوعہ 1999ء

انگریزی مقالات

1. The Neglected Genius of the East 'مطبوعہ لاہور 1987ء
2. مولانا شاہ احمد رضا خان 'ماہنامہ دی میسج انٹرنیشنل 1987ء کراچی
3. ماہ و سال مجلہ معارف رضا 1988ء 'کراچی
4. کرونیکل آن امام احمد رضا مجلہ معارف رضا 1995ء کراچی
5. The Reformer of Muslim کراچی مطبوعہ 1995ء
6. مقالات برائے انسائیکلوپیڈیا
7. رضا بریلوی برائے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام 'جلد دہم 'پنجاب یونیورسٹی 1975ء
8. رضا بریلوی برائے شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا
9. احمد رضا خان برائے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام 1982ء
10. احمد رضا خان برائے انسائیکلوپیڈیا اسلامیکا فائونڈیشن 1995ء، تہران، 'ایران
11. احمد رضا خان برائے مجمع الملکی لبحوث الحضارۃ الاسلامیہ 1990ء، عمان، اردن

اس کے علاوہ صرف امام احمد رضا سے متعلق تصانیف و مقالات کے عربی' فارسی' ہندی' فرانسیسی' گجراتی' بنگلہ وغیرہ میں تراجم کی تعداد 25 سے زیادہ ہے' اخبارات و رسائل کے لیے امام احمد رضا پر 115 مضامین و مقالات تحریر فرمائے۔ بے شمار تقدیمات بھی آپ کے علمی گوہر کا پیغام دیتی ہیں۔

وفات

ڈاکٹر مسعود احمد 28 اپریل 2008ء کو کراچی میں وفات پاگئے۔ آپ کا مزار کراچی کے ماڈل کالونی قبرستان میں ہے۔

کچھ رسالہ ھٰذا کے بارے میں

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب علیہ الرحمہ نے یہ رسالہ ھٰذا دراصل شمائل ترمذی کی اردو شرح انوارِ غوثیہ مصنفہ مولانا محمد امیر شاہ قادری گیلانی کے افتتاحیہ کے طور پر لکھا ہے۔ یہ افتتاحیہ انوارِ غوثیہ کے قدیم اور پہلے ایڈیشن جو کہ 1972ء میں عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور سے شائع ہوا تھا، اس کے شروع میں پبلش ہوا تھا۔ بعد میں ضیاء الدین پبلی کیشنز کھارادر کراچی سے شائع ہونے والے نسخہ میں اسے شامل نہیں کیا گیا۔ ایک دوست نے پبلشر سے وجہ معلوم کی تو بتایا گیا کہ کتاب کے صفحات زیادہ ہو رہے تھے اس لئے شامل نہیں کیا گیا۔ یہ کوئی معقول وجہ نہیں، انتہائی عجیب و غریب سبب بیان کیا گیا۔ حقیقت حال اللہ بہتر جانے۔

ہماری معلومات کے مطابق پروفیسر صاحب کا یہ افتتاحیہ جدا سے کہیں بھی شائع نہیں ہوا۔ اسلاف کا علمی خزانہ تو پہلے ہی بہت ایسا ہے کہ ہم تک نہ پہنچ سکا، ماضی بعید تو بعید ماضی قریب کے کثیر بزرگانِ دین کا خزانہ علمی ہم سے مفقود ہو چکا ہے۔

اسی اندیشہ کے پیشِ نظر فقیر نے سوچا کہ یہ رسالہ جدا سے محفوظ کر دیا جائے اس لئے انوارِ غوثیہ کے قدیم ایڈیشن جو کہ المدینۃ العلمیہ کی لائبریری میں موجود ہے اس میں سے یہ رسالہ اسکین کروا کے اور کچھ ابتدائیہ شامل کر کے پی ڈی ایف کی صورت میں محفوظ کیا جا رہا ہے۔

میں اس پیش رفت کے لئے المدینۃ العلمیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد آصف خان عطاری مدنی، رکنِ مجلس مولانا عدنان چشتی عطاری مدنی اور شعبہ سیرت کے نگران مولانا حامد سراج عطاری مدنی کا شکر گزار ہوں کہ ان کے وسیلہ سے یہ عظیم علمی خزانہ محفوظ ہو رہا ہے۔

راشد علی عطاری مدنی

ایڈیٹر ماہنامہ فیضان مدینہ

02 ذوالقعدۃ الحرام 1443ھ

04 جون 2022ء

افتتاحیہ

الانوار الاحدیہ فی شرح الشمائل النبویہ

از

(جناب) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (صاحب) ایم اے، پی۔ ایچ۔ ڈی، پرنسپل گورنمنٹ کالج مٹھی سندھ
خلفِ اصغر
مفتیٔ اعظم ہند حضرت العلامۃ الحاج شاہ محمد مظہر اللہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز

محبوب یہی چاہتا ہے کہ چاہنے والا اسی کو چاہے اور کسی کو نہ چاہے لیکن دُنیائے عشق و محبّت کا یہ اعجوبہ ہے کہ محبوبِ حقیقی جلّ مجدہٗ یہ چاہتا ہے کہ اس کو چاہنے والا اس کے محبوب کو چاہے اور اس چاہت کے صلے میں خُود اس کا محبوب بن جائے، سبحان اللہ!

آیۂ کریمہ یحببکم اللہ میں اسی رمزِ محبّت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، ہاں ؎

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ کے آگے جُھکنا کچھ اتنا مشکل نہیں، مشکل یہ ہے کہ جس کے آگے وہ جھکائے اس کے آگے خوشی خوشی جھکا جائے ـــ ابلیس یہ رازِ توحید نہ سمجھ سکا اور اسی آزمائشِ محبّت میں مارا گیا ـــ رازِ توحید سراسر عشق ہے، توحیدِ خالص یہی ہے کہ اس کے آگے اس طرح جھکئے کہ جہاں وہ جھکائے، جھکتے چلے جائیے۔ ؎

بمصطفٰےؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

مذاہبِ عالم کو دیکھئے اور پیشوایانِ مذاہب کے حالات تلاش کیجئے یا تو وہ معدُوم ہوگئے یا مسخ ہوکر رہ گئے

—— محبّت اندھی ہوگئی، عشق رُسوا ہوگیا —— لیکن حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ مُبارکہ کو دیکھئے ایک ایک بات اور ایک ایک ادا محفوظ ہے اور یہی آپ کی سیرتِ شریفہ کا اعجاز ہے، نہ صرف یہ کہ حیاتِ طیبہ کتابوں میں محفوظ ہے بلکہ چودہ برس گزر جانے کے بعد آج بھی عرفاء و اولیاء کی پاک زندگیوں میں دیکھی جاسکتی ہے —— ایسی جیتی جاگتی سیرت سے رُوگردانی نوعِ انسانی کی بدنصیبی ہوگی، خوش نصیب وہی ہے جو عرفانِ محمدی حاصل کر کے سعادتِ ابدی سے بہرہ یاب ہو لیکن عرفانِ محمدی مطالعہ و مشاہدۂ انوارِ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مبنی ہے۔

شیخ احمد جواد الدومی علیہ الرحمہ نے الاتحافات الربانیہ کے مقدمہ میں کیا خوب فرمایا ہے :

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفاتِ جلیلہ کی معرفت آپ کے عرفانِ عظمت کا وسیلہ ہے —— آپ کی عظمت، تعظیمِ شریعت کا —— تعظیمِ شریعت، عمل کا —— اور عمل، سعادتِ ابدی کا۔[1]

حضرت ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احسانِ عظیم ہے کہ آپ نے عاشقانِ مصطفےٰ، جاں نثارانِ مجتبیٰ اور فدا کارانِ مرتضےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے ایک عظیم الشان کتاب 'شمایل[3] المحمدیہ' تالیف فرما کر فرقت کے ماروں کو لذتِ وصال سے آشنا کر دیا —— اور اب وہ اس جانِ جاں کو دیکھ کر ہنس بھی رہے ہیں اور

---

[1] احمد عبد الجواد الدومی : الاتحافات الربانیۃ، مطبوعہ قاہرہ، ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء، ص ۱۸

[2] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن ضحاک السُلمی الضریر البوغی الترمذی (رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ) (السُلمی نسبت ہے قبیلہ بنی سلیم بطن قیس بن عیلان کی طرف، البوغی نسبت ہے 'بوغ' نامی ایک گاؤں کی طرف جو تحصیل ترمذ ضلع بخارا میں دریائے جیحوں کے کنارے پر ترمذ سے صرف تین میل کے فاصلے پر واقع تھا) ۲۰۹ھ / ۸۲۴ء میں بمقام بوغ عالم آب و گل میں جلوہ گر ہوئے۔ پرورش و پرداخت قصبہ ترمذ میں ہوئی، آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے، مگر حافظہ بلا کا تھا جو ضرب المثل بن گیا تھا۔

آپ کے اساتذہ میں امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۶ھ / ۸۶۹ء) قابلِ ذکر ہیں۔ آپ نے امام ترمذی علیہ الرحمہ کو ان الفاظ میں سند عطا فرمائی :

"ما انتفعت بك اكثر مما انتفعت بی"

(ترجمہ، تم نے مجھ سے جتنا فائدہ حاصل کیا اس سے زیادہ میں نے تم سے حاصل کیا۔

(۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۲۰۸ ۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۳۸۹ ۳۔ دبستان المحدثین، ص ۱۲۱)

امام بخاری علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد خراسان میں امام ترمذی علیہ الرحمۃ کا ہم پلہ کوئی محدث نہ تھا —— حضرت امام ترمذی

رو بھی رہے ہیں ؎

شبِ وصل میں شمع ساں مجھ کو آہ ! جلاتے، ہنساتے، رلاتے ہیں آپ — غمگیںؔ

اور ایک شہیدِ وفا کی نظر جب شمایل محمدیہ پر پڑتی ہیں تو وہ بھی پڑھ پڑھ کر سناتا جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے :

نبی کے جو شمایل کا بیاں ہے محبوں کے لئے آرام جاں ہے [1]

زبانِ ہند میں اس کو سناؤں رلاؤں، عاشقوں کو اور ہنساؤں — کافیؔ

حقیقت یہ ہے کہ شمایل شریف عاشقوں کے لیے آرام جاں ہے — رُوئے زیبا کی طرف نظر جاتی ہے تو دل کی کلی کھل جاتی ہے اور جب گذر اوقات پر نظر جاتی ہے تو بے اختیار رونے کو جی چاہتا ہے۔ اللہ اللہ ؎

ظاہر میں غریب الغربا پھر بھی یہ عالم شاہوں سے سوا سطوتِ سلطانِ مدینہ — جگرؔ

علیہ الرحمۃ کے دیگر اساتذہ و شیوخ میں یہ حضرات ہیں :-

امام مسلم، علی بن حجر مروزی، ھناد بن سری، قتیبہ بن سعید، محمد بن بشار، محمد بن المثنیٰ، زیاد بن یحییٰ، عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی، ابو مصعب، ابراہیم بن عبداللہ ہروی، اسماعیل بن موسیٰ، سوید بن نصر، محمد بن عبدالمالک، عبداللہ بن معاویہ جمجی رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

۱۔ ضیاء الدین : تذکرۃ المحدثین، مطبوعہ اعظم گڑھ، ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۸ء، ص ۳۱۶

۲۔ تقی الدین : محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء

امام ترمذی علیہ الرحمہ نے خراسان، عراق، حجاز وغیرہ میں احادیث کی جمع و تدوین کے لیے سفر کئے — آپ کے شاگرد ممالک اسلامیہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ آپ کے دم سے علم حدیث کو بڑا فروغ حاصل ہوا — رجب المرجب ۲۷۹ھ / ۸۹۲/۹۳ء بروز دوشنبہ بوقت شب بمقام ترمذ وصال فرمایا۔ بعض روایات میں سنہ وفات ۲۷۵ھ / ۸۸-۸۸۹ء میں لکھا ہے۔ (اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد چہارم ص ۳۷۹ مقالہ اے۔ جے ونسنک و احمد محمد شاکر)

حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ کی تصانیف میں متعدد کتابیں ہیں مگر شہرت و بقا جامع الترمذی اور شمایل المحمدیہ نے حاصل کی جامع الترمذی کا مرتبہ صحیحین کے بعد صحاح ستہ میں سب سے بلند ہے اور شمایل محمدیہ اپنی مثال آپ ہے۔ ہزار برس سے زیادہ عرصہ گذر جانے کے باوجود اس موضوع پر کوئی ایسی کتاب منظر عام پر نہیں آئی جس کو یہ شرف و قبولیت حاصل ہوا ہو — حضرت امام ترمذی کی دیگر تصانیف یہ ہیں۔ کتاب العلل المفرد (یا العلل الکبیر) کتاب الزہد، تاریخ الرجال، اسماء الصحابہ، کتاب الاسماء والکنی، کتاب فی الآثار الموقوفہ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت امام ترمذی کے تفصیلی حالات کے لئے ان مآخذ سے رجوع کیا جائے :-

---

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عادات و اخلاق پر بعض کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً شمایل النبی (مؤلفہ ابوالعباس جعفر بن محمد المستغفری، م ۴۳۲ھ / ۱۰۴۰ء) شمایل بالنور الساطع الکامل (مؤلفہ ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم فزاری المعروف بہ ابن المقری غرناطی، م ۵۵۲ھ / ۱۱۵۷ء) شمایل محمدی (مؤلفہ شیخ عبدالرسول بن عبدالصمد)[1] شمایل کبریٰ (مؤلفہ ابونعیم عبدالحکیم نشتر جالندھری) وغیرہ وغیرہ، لیکن جو شہرتِ دوام اور قبول عام امام ترمذی علیہ الرحمۃ کی شمایل محمدی کو حاصل ہوا، کوئی حاصل نہ کر سکا —— حضرت علامہ علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ نے شمایل شریف پر تبصرہ کرتے ہوئے کیا خوب تحریر فرمایا ہے :-

ومن أحسن ما صنف فی
شمایله وأخلاقه صلی الله علیه وآله
وسلم کتاب الترمذی المختصر
الجامع فی سیرة علی الوجه الاتم
بحیث ان مطالع هذا الکتاب کأنه
یطالع طلعة ذالك الجناب ویری
محاسنه الشریفه فی کل باب وستر
قبل العین اهداب ولذا قیل ع
والاذن تعشق قبل العین احیانا[2]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق وعادات
شریفہ پر کتاب ترمذی کیا ہی اچھی کتاب لکھی
ہے، مختصر وجامع ومکمل —— مطالعہ کرتے ہیں
تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے سیرت مبارکہ کو اپنی
آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ع
یہ چل رہے ہیں، وہ پھر رہے ہیں، یہ آ رہے ہیں، وہ جا رہے ہیں
آپ کی سیرت مبارکہ کا ہر گوشہ نظروں کے سامنے
آجاتا ہے، بیشک کبھی کبھی کان آنکھ سے پہلے
عاشق ہو جایا کرتے ہیں، جبھی تو کہا ہے ع

۱۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی ۲۔ تہذیب التہذیب لابن حجر العسقلانی ۳۔ دفیات الاعیان لابن خلکان ۴۔ کتاب الانساب للسمعانی
۵۔ ہدیۃ العارفین لاسمعیل البغدادی وغیرہ وغیرہ

ایک نوجوان عالم نورالدین عتر نے حضرت امام ترمذیؒ پر ایک ضخیم کتاب لکھ کر جامعہ دمشق سے ڈاکٹریٹ کی سند لی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء میں قاہرہ (مصر) سے طبع ہو کر شائع ہو گئی ہے۔ اور بڑی تقطیع کے ۵۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ مسعود

حاشیہ صفحہ ب : [3] شیخ احمد عبدالجواد الدومی نے مقدمہ الاتحافات الربانیہ میں لکھا ہے کہ ہمزہ سے 'شمائل' اس شمال کی جمع ہے جو یمین کے مقابل ہے اور یاء سے 'شمایل' اس شمال کی جمع ہے جس کے معنی عادت اور طبیعت کے ہیں۔ (الاتحافات، ص ۱۵) راقم نے اسی لیے مقدمہ میں شمایل کو یاء سے لکھا ہے۔ ویسے اردو اور عربی میں بالعموم ہمزہ سے لکھا جاتا ہے جو شیخ موصوف کے نزدیک صحیح نہیں۔ مسعود

حاشیہ صفحہ ج : [1] کفایت علی کافی : بہارِ خلد (قلمی) ۱۲۵۹ھ / ۱۸۴۳ء (آغاز)

حاشیہ صفحہ ہذا : [1] ضیاء الدین : تذکرۃ المحدثین، مطبوعہ اعظم گڑھ، ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۸ء، ص ۳۱۶
[2] علی ابن سلطان محمد القاری : جمع الوسائل فی شرح الشمایل، مطبوعہ مصر، ص ۲

والاذن تعشق قبل العین احیاناً

عربی، فارسی، ترکی اور اردو میں شمائل ترمذی کے متعدد ترجمے ہوئے ہیں اور بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ عربی شارحین میں مندرجہ ذیل حضرات قابل ذکر ہیں :۔

۱۔ ابراہیم بن محمد البیجوری، علامہ (المواہب اللدنیۃ علی شمائل المحمدیۃ، مطبوعہ مصر، ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء)

۲۔ ابن حجر مکی، حافظ (اشرف الوسائل فی شرح الشمائل) [۱]

۳۔ احمد بن خیر الدین الکوز الحصاری الرومی (م ۱۱۲۰ھ / ۹-۱۷۰۸ء)

۴۔ اسماعیل بن محمد الجراحی [۲]

۵۔ جلال الدین سیوطی (زہر الخمائل علی الشمائل) [۳]

۶۔ حسام الدین النقشبندی بن حسن بن محمد الرومی (م ۱۲۸۲ھ / ۶۶-۱۸۶۵ء) [۴]

۷۔ حسن بن عبداللہ الحلبی البخشی [۵]

۸۔ سعید بن ابی سعید محمد الخادمی [۶]

۹۔ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل [۷]

۱۰۔ سلیمان بن منصور عجیلی الشافعی (م ۱۲۰۴ھ / ۹۰-۱۷۸۹ء) [۸]

۱۱۔ شہاب الدین ابن حجر الھیتمی

۱۲۔ عبداللہ بن مجاری الشرقاوی [۹]

۱۳۔ عبدالجواد الدومی، احمد (الاتحافات الربانیہ بشرح الشمائل المحمدیہ، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء)

۱۴۔ عبدالرحمن بن احمد الدمشقی الشافعی الضادیقی (م ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۰ء) [۱۰]

۱۵۔ عبدالرؤف مناوی المصری (م ۱۰۳۱ھ / ۲۲-۱۶۲۱ء) (شرح الشمائل المحمدیہ مطبوعہ مصر ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء)

۱۶۔ عبیداللہ الازہری الحمدونی [۱۱]

---

[۱] ضیاء الدین : تذکرۃ المحدثین، مطبوعہ اعظم گڑھ، ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۸ء، ص ۳۱۶

[۲] اسماعیل پاشا بن محمد امین البغدادی : ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، مطبوعہ طہران ۱۳۷۸ھ / ۱۹۴۷ء، ک ۵۴۔

[۳] ضیاء الدین : تذکرۃ المحدثین، ص ۳۱۶

[۴-۵] اسماعیل پاشا : ایضاح المکنون الخ، ک ۵۴

[۶-۷] اسماعیل پاشا بغدادی : ایضاح المکنون الخ، ک ۵۴

[۸] ضیاء الدین : تذکرۃ المحدثین، ص ۳۱۶

[۹-۱۱] اسماعیل پاشا بغدادی : ایضاح المکنون الخ ک ۵۴

۱۷۔ عصام الدین ابراہیم بن محمد الاسفرائینی الشافعی (م ۹۴۳ھ / ۱۵۳۶ء) [1]

۱۸۔ عفیف الدین محمد ابن السید محمد بن عبداللہ الحسینی النیریزی (م ۸۵۵ھ / ۱۴۵۱ء) [2]

۱۹۔ نورالدین علی ابن علی نورالدین المصری الشافعی (م ۱۰۸۷ھ / ۱۶۷۶ء) [3]

۲۰۔ علی ابن سلطان محمد القاری، مُلّا (م ۱۰۱۶ھ / ۱۶۰۷ء) (جمع الوسائل فی شرح الشمائل، مطبوعہ مصر)

۲۱۔ محمد بن القاسم بن احمد بن قاسم المغربی المالکی المعروف بالجسوس، م ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء (الفوائد الجلیلۃ البھیۃ علی الشمائل المحمدیۃ، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء ومطبع بولاق ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء)

۲۲۔ محمد حنفی، مولوی (م ۹۲۶ھ / ۱۵۱۹-۲۰ء) [4]

۲۳۔ محمد شاکر بن علی بن حسن العقاد الفیومی المصری المالکی (م ۱۲۰۲ھ / ۱۷۸۷-۸ء) [5]

۲۴۔ سید محمود الدمشقی [6]

۲۵۔ مصلح الدین محمد بن صلاح الدین جلال اللمدری (م ۹۷۹ھ / ۱۵۷۱-۲ء) [7]

۲۶۔ نورالدین علی بن علی شبرالمسی الشافعی (م ۱۰۸۷ھ / ۱۶۷۶ء) [8]

اُردو زبان میں بھی شمایل ترمذی کے ترجمے ہوئے ہیں اور شرحیں لکھی گئی ہیں مثلاً

۱۔ بابا قادری، سید: سراج النبوۃ (قلمی) سنٹرل اسٹیٹ لائبریری، حیدرآباد دکن

۲۔ جلال الدین احمد: شمایل محمدیہ، مطبوعہ بمبئی

۳۔ عبدالشکور لکھنوی، مولانا: ترجمہ شمایل ترمذی، مطبوعہ لکھنو ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء)

---

[1] ضیاءالدین: تذکرۃ المحدثین، ص ۳۱۶

[2،3] اسماعیل پاشا بغدادی: ایضاح المکنون الخ ک ۵۴

[4] ضیاءالدین: تذکرۃ المحدثین، ص ۳۱۶

[5،6] اسماعیل پاشا بغدادی: ایضاح المکنون الخ ک ۵۴

[7] ضیاءالدین: تذکرۃ المحدثین، ص ۳۱۶

[8] حسن آفندی، شاہ میرک بخاری اور شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی شمایل ترمذی کی شرحیں لکھی ہیں لیکن یہ تعین نہ کیا جاسکا کہ کس زبان میں لکھی ہیں ـــــ خواجہ اسحاق آفندی (م ۱۱۲۰ھ / ۱۷۰۸ء) نے ترکی زبان میں ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ کو مصطفےٰ بن حسین چلبی المعروف بہ "مظلوم زادہ" نے ترکی ہی میں نظم کیا جو مصر اور قسطنطنیہ سے شائع ہوا ـــــ شیخ محمد بن عمر بن حمزہ انطاکی نے شمایل ترمذی کی تہذیب کی اور تہذیب الشمایل کے نام سے ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء میں قسطنطنیہ سے شائع کیا۔ (ضیاءالدین: تذکرۃ المحدثین ص ۳۱۱)

[9] سی اے اسٹوری نے اپنی انگریزی کتاب پرشین لٹریچر میں شمایل ترمذی کے متعدد فارسی تراجم و شروح کا ذکر کیا ہے۔ دوسری کتابوں میں بھی تفصیلات ملتی ہیں۔ افسوس تنگیٔ وقت اور عدم دسترس کی وجہ سے ہم یہ تفصیلات حاصل نہ کرسکے۔ مسعود

۴ - قیام الدین احمد : شمایل محمدیہ، کتب خانہ مدراس [1]

۵ - کرامت علی صدیقی جونپوری، مولانا : انوارِ محمدی ترجمہ شمایلِ ترمذی، مطبوعہ میرٹھ، سنہ ۱۳۶۰ھ / سنہ ۱۹۴۱ء [2]

۶ - کفایت علی کافی، مولانا : بہارِ خلد (ترجمہ شمایلِ ترمذی، منظوم) قلمی سنہ ۱۲۵۸ھ / سنہ ۱۸۴۲ء [3]

۷ - محمد زکریا سہارنپوری، مولانا : خصائلِ نبوی شرح شمایلِ ترمذی، مطبوعہ دہلی، سنہ ۱۳۷۴ھ / سنہ ۱۹۵۴ء

---

[1] اردو تراجم و شروح سے متعلق یہ تفصیلات قاموس الکتب اردو (شائع کردہ انجمن ترقی اردو، کراچی) سے حاصل کی گئی ہیں۔ مسعود

[2] مترجم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک قلمی نسخہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں موجود ہے اور دوسرا نسخہ (مکتوبہ سنہ ۱۲۵۴ھ / سنہ ۱۸۳۸ء) کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں موجود ہے (اردو مخطوطات کتب خانہ جامع عثمانیہ حیدرآباد دکن، ص ۲۱ و فہرست کتب خانہ محمدیہ بمبئی، ص ۴۶۲)

[3] فاضل جلیل مولانا کفایت علی کافی نے انقلاب سنہ ۱۸۵۷ء کے دوران دہلی اور دیگر مقامات پر مجاہدین آزادی کی کمان کی اور بالآخر ۳۰ اپریل سنہ ۱۸۵۸ء کو چوک مرادآباد میں ان کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ ؎

این ندائے ز دار می آید جان فدا کن کہ یار می آید

حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ مولانا کافی سے بہت متاثر تھے چنانچہ اپنے دیوان حدائق بخشش (حصہ سوم) میں مولانا کافی کو نعت گو شعراء کا بادشاہ کہا ہے اور خود کو وزیر اعظم۔ ان تاثرات سے مولانا کافی کے عشقِ رسول اور تبحر علمی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

—— شہید جنگ آزادی مولانا کافی علیہ الرحمہ نے سنہ ۱۲۵۸ھ / سنہ ۱۸۴۲ء میں شمایل ترمذی کا منظوم ترجمہ کیا تھا اور اس کا نام بہارِ خلد رکھا تھا —— نام بھی کتنا پیارا ہے۔ واقعی شمایل شریف عاشقوں کی جنت ہی ہے۔

بہارِ خلد کا پہلا ایڈیشن سنہ ۱۲۶۱ھ / سنہ ۱۸۴۵ء میں کانپور سے شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۲۶۴ھ / سنہ ۱۸۴۷ء میں لکھنو سے شائع ہوا۔ تیسرا ایڈیشن بھی سنہ ۱۲۸۸ھ / سنہ ۱۸۷۱ء میں لکھنؤ ہی سے شائع ہوا —— پھر ایک عرصہ بعد ایک ایڈیشن سنہ ۱۳۵۴ھ / سنہ ۱۹۳۵ء میں مرادآباد سے شائع ہوا۔

بہارِ خلد کا خطی نسخہ جو مولانا کافی کی ملکیت تھا۔ حکیم سعید اللہ خان (م سنہ ۱۳۲۵ھ / سنہ ۱۹۰۷ء) کے پاس محفوظ تھا جو اب ان کے پوتے پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب کے پاس ہے۔ موصوف ہی کی عنایت سے بہارِ خلد کے متعلق یہ تفصیلات معلوم ہوئیں ——

مسعود

اُردو تراجم و شروح میں فاضلِ جلیل حضرت علامہ مولانا الحاج محمد امیر شاہ قادری گیلانی دامت برکاتہم العالیہ[1] کا ترجمہ اور شرح موسوم بہ انوارِ غوثیہ شرح الشمایل النبویۃ بعض خصوصیات و امتیازات کی وجہ سے منفرد اور عدیم النظیر ہے حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی نے اس شرح کو لکھتے وقت خصوصیت سے مندرجہ ذیل عربی شروح کو سامنے رکھا ہے :-

۱۔ جمع الوسائل فی شرح الشمایل (ملا علی قاری) ۲۔ شرح الشمایل المحمدیۃ (عبد الرؤف المناوی ؒ)

۳۔ المواہب اللدنیۃ علی الشمایل المحمدیۃ (ابراہیم بن محمد البیجوری ؒ)

۴۔ الاتحافات الربانیۃ بشرح الشمایل المحمدیۃ (احمد عبد الجواد الدومی ؒ)

مندرجہ بالا شروح کے علاوہ مندرجہ ذیل مآخذ سے بھی استفادہ فرمایا ہے :-

۱۔ ولی الدین ابی عبداللہ (اکمال فی اسماء الرجال) ۲۔ خصائص الکبری (جلال الدین سیوطی ؒ)

۳۔ شفا شریف (قاضی عیاض ؒ) ۴۔ شرح صحیح البخاری (شاہ محمد غوث ؒ)

۵۔ اصول حدیث (شاہ محمد غوث) ۶۔ مظاہر حق (نواب قطب الدین خان ؒ)

۷۔ درج الدرر فی اصولِ حدیث خیر البشر (حافظ علی احمد جان ؒ)

۸۔ حلاوۃ المتعلمین (قاضی محمد عاقل بن شیخ محمد خاکی ؒ) ۹۔ خزائن العرفان (مولانا نعیم الدین مراد آبادی)

۱۰۔ خصائلِ نبوی (محمد زکریا سہارنپوری) وغیرہ وغیرہ

---

[1] حضرت علامہ الحاج مولانا سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی دامت برکاتہم العالیہ خانوادۂ سادات کے چشم و چراغ ہیں اور حسنی وحسینی ہیں۔ آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت شاہ محمد غوث پشاوری ثم اللاہوری رحمۃ اللہ علیہ محدثِ وقت تھے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے معاصرین میں تھے۔ آپ کا علمی شہکار شرح صحیح البخاری ہے جس کے متعلق متاخرین علماء میں ایک ممتاز عالمِ دین کی رائے ہے کہ "یہ وہ شرح ہے جو لوحِ محفوظ میں لکھی گئی" —— ان تاثرات سے حضرت شارح علیہ الرحمہ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی نے پشاور کے معاصرین علماء سے علوم دینیہ کی تحصیل فرمائی۔ سندِ حدیث محدثِ جلیل مولانا حافظ گل فقیر احمد صاحب علیہ الرحمہ سے حاصل کی اور درس و تدریس کی اجازت شیخ التفسیر والحدیث حافظ علی احمد جان علیہ الرحمہ نے عنایت فرمائی۔ ۱۹۴۸ء میں والد ماجد حضرت حافظ محمد زمان شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے اور آپ ہی سلسلہ قادریہ حسنیہ اور دیگر سلاسل میں اجازت و خلافت سے نوازا۔

حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں مثلاً تذکرہ علماء و مشائخ سرحد (دو مجلدات) تذکرہ حفاظِ پشاور، اور یہ سب کتابیں محنت و کاوش سے لکھی گئی ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ آپ کے رسائل بھی شائع ہوئے ہیں۔ اور ایک پندرہ روزہ "الحسن" آپ کی ادارت میں پشاور سے شائع ہو رہا ہے۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی نے شیخ احمد عبدالجواد الدومی کی عربی شرح الاتحافات الربانیۃ کی طرز پر اپنی شرح مدوّن فرمائی ہے اور بعض دوسری خصوصیات اور امتیازات اس پر مستزاد ہیں ۔ اپنی تمام ظاہری اور باطنی خوبیوں کی وجہ سے اس کو اُردو تراجم و شروح میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔

شرح انوارِ غوثیہ کے امتیازات و خصوصیات یہ ہیں :-

۱۔ مترجم و شارح متبحر عالم ہی نہیں خانقاہ نشیں عارفِ کامل بھی ہیں۔

۲۔ ترجمہ اور شرح کے ساتھ شمائل ترمذی کا مکمل متن شائع کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت شاہ محمد غوث پشاوری علیہ الرحمہ (م ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء) کے عربی رسالہ اصولِ حدیث (مع ترجمۂ اُردو) بھی شامل کیا گیا ہے۔

۳۔ ترجمہ بامحاورہ اور سلیس ہے جبکہ حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی کی مادری زبان پشتو ہے۔ جابجا عربی، فارسی اور اردو اشعار بھی دئے گئے ہیں۔

۴۔ مشکل عربی لغات کو حل کیا گیا ہے جس سے عربی اور اُردو سمجھنے والے مستفید ہو سکتے ہیں۔

۵۔ مختلف مستند عربی شروح کی روشنی میں شرح لکھی گئی ہے جو عالمانہ ہی نہیں، عارفانہ بھی ہے۔

۶۔ مخالفین کے اقوال سے بھی استدلال فرمایا ہے جس سے حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی کی اعتدال پسندی نمایاں نظر آتی ہے۔

۷۔ تمام راویوں کے متعلق مستند حالات حواشی میں لکھ دیئے گئے ہیں۔

۸۔ ہر باب کے آغاز میں اس کا خلاصہ اور مقصد بیان کر دیا گیا ہے۔

۹۔ شرح کے ذیل میں اہل سنت و جماعت کے مقاصد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۰۔ مختلف احادیث کے ضمن میں فقہی مسائل اور طبی نکات بھی حل کر دئے گئے ہیں۔

۱۱۔ مغرب زدہ نوجوانوں کیلئے اصلاح و ہدایت کا سامان مہیّا کر دیا ہے۔

۱۲۔ کتابت و طباعت اور کاغذ کا جو نمونہ سامنے آیا وہ اتنا نفیس ہے کہ سابقہ تراجم و شروح میں یہ اہتمام نظر نہیں آتا، یہاں حسن ظاہری بھی ہے اور حسنِ باطنی بھی، گویا یہ کتاب جدید و قدیم دونوں ادوار کی نمائندہ ہے۔ جمالیاتی نقطۂ نظر

حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی کی ذات گرامی خانقاہ نشیں درویشوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ آپ نے صرف خلق الانسان علمہ البیان پر نظر نہ رکھی بلکہ علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم کو بھی پیشِ نظر رکھا ـــ درس و تدریس، وعظ و نصیحت سے بیان کا حق ادا کیا اور تصنیف و تالیف سے قلم کا حق ادا کیا، آپ کی ذاتِ گرامی مغتنمات میں سے ہے، مولیٰ تعالیٰ آپ کی ذات بابرکات سے ایک عالم کو مستفیض فرمائے۔ آمین ! مسعود

سے دیکھا جائے تو اس شرح کی نظیر نہیں۔

۱۳- یہ شرح تاریخی، سوانحی، تشریحی، لغوی، لسانی ہر پہلو سے نہایت اہم اور ممیز و ممتاز ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مترجم و شارح حضرت شاہ صاحب مدظلہٗ العالی نے تدوین و تالیف کا حق ادا کر دیا ہے۔ اب ہماری ذمہ داری شروع ہوتی ہے۔ مطالعہ کا حق اسی وقت ادا ہو سکتا ہے جب ہم سیرتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ایک ایک ادا کو اپنی زندگی میں سمو لیں۔ مساواتِ محمدی اور نظامِ مصطفےٰ کے خواب بھی اسی وقت شرمندۂ تعبیر ہو سکتے ہیں لیکن صرف متابعت سے کام نہیں بن سکتا، محبت ضروری ہے بغیر محبت متابعت مردود ہے ؎

زنہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند　　حق را بہ سجودے و نبی را بہ درودے　　غالب

شاہانِ عالم اپنی رعایا سے صرف متابعت کے طلب گار ہیں، محبت کے نہیں، لیکن یہاں خالقِ حقیقی جل مجدہٗ صرف متابعت نہیں، محبت بھی چاہتا ہے، اور ایسی محبت جس کے آگے والدین، آل و اولاد، عزیز و اقارب، مال و دولت، مکانات و محلات، سب کی محبتیں ہیچ نظر آئیں —— آیۂ کریمہ احب الیکم من اللہ و رسولہ میں اسی محبت کو طلب کیا گیا ہے اور محبت میں کمال جب پیدا ہوگا جب اظہار سے منہ پھیر لیا جائے اور صرف ان کی غلامی اختیار کی جائے —— عاشقانِ رسول علیہ التحیۃ والتسلیم سے یہ بعید ہے کہ یوادون من حاد اللہ و رسولہ —— ظہوری نے کیا خوب کہا ہے ؎

شدہ است سینۂ ظہوری پُر از محبتِ یار　　برائے کینۂ اغیار در دلم جا نیست

عجیب نکتہ بیان کر گیا وہ کہتا ہے کہ جس دل میں محبوب جلوہ آرا ہو اس دل میں اظہار کی محبت تو درکنار ان کی دشمنی بھی مجھے گوارا نہیں کہ دشمنی بھی تعلق کی ایک صورت ہے —— اللہ اکبر! یہ ہے کمالِ محبت کہ خانۂ دل میں محبوب کے سوا کوئی نہ ہو ؎

بے حجابانہ درآ از در کاشانۂ ما　　کہ کسے نیست بجز درد تو در خانۂ ما

جب تک محبت میں کمال پیدا نہیں ہوتا زندگی زندگی نہیں بنتی، اسی لیے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

الا لا ایمان لمن لا محبتہ لہ الا لا ایمان لمن لا محبتہ لہ
الا لا ایمان لمن لا محبتہ لہ۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں علیہ الرحمہ کے والدِ ماجد حضرت مرزا جان علیہ الرحمہ کیا خوب فرماتے ہیں :-

"ہر کہ دلش بہ داغِ عشق برشتہ نمی شود حاشا طبیعت او سوختہ و پاک نمی گردد و زمین طینت او صلاحیت تخم محبت الٰہی نہ دارد"

(نور الحسن ہاشمی : دلی کا دبستان شاعری)

اے کہ تو کہ از نام تو می بارد عشق — از نامہ و پیغام تو می بارد عشق
عاشق شود آنکہ بکویت گزرد — آرے ز در و بام تو می بارد عشق

آئیے حریمِ جاناں میں چلیں اور اس جانِ جاں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو دیکھیں :۔

خلقت مبرأ من کل عیب — کانك قد خلقت کما تشاء
واحسن منك لم ترقط عینی — واجمل منك لم تلد النساء
ہوا عبیر فشاں است و ابر گوہر بار — جلوسِ گل بہ سریرِ چمن مبارک باد! — غالبؔ

ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا — چاند تھا لیکن بے نور سا، تارے تھے لیکن بجھے بجھے سے، آفتاب تھا لیکن ڈوبا ڈوبا سا — عقلوں پر پتھر پڑ گئے تھے، دل اجڑ گئے تھے اور خزاں نے بہاروں کو لوٹ کر چمن ویران کر دئے تھے کہ اچانک :۔

یوں افق در افق جھلملائی شفق — شب پہ جس طرح شب خوں مارا گیا
اور پھر نور کا ایسا تڑکا ہوا — ہر طرف انقلاب حسیں آ گیا
سیلِ انوارِ رحمت رواں جو ہوا — نور ہی نور تھا جس طرف دیکھئے
دیدہ و دل اجالوں میں ڈوبے ہوئے — جلوۂ طور تھا جس طرف دیکھئے — کاوشؔ

ہاں وہ آنے والا آ گیا جس کا روزِ ازل سے انتظار تھا، کیسا حسین، کہ دل کھنچے جا رہے تھے — حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرما رہے ہیں :۔

لم ار قبله ولا بعده مثله (باب ماجآء فی خلق الخ، حدیث نمبر ۵)

حسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا — کہتے ہیں اگلے زمانے والے — رضاؔ

اور یہی بات خود خالق حسن و جمال کہہ رہا ہے — لیس کمثله شئ — اُس جیسا ہونا تو بڑی بات ہے محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جیسا بھی کوئی نہیں

بے مثالی کی ہے مثال وہ حسن — خوبیٔ یار کا جواب کہاں! — حسرتؔ

اور حضرت براء بن عازب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرما رہے ہیں :۔

ما رأیت شیئًا قط احسن منه (باب ماجاء فی خلق الخ، حدیث نمبر ۳)

اے مثل تو در جہاں نگارے — یزداں دگرے نہ آفریدہ — جگرؔ

حسن و جمال کی جذب و کشش کا یہ عالم تھا کہ پیشانیاں جھکنے کے لئے بیقرار تھیں

پیشِ نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بیقرار روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے — رضاؔ

جسم مبارک کیا تھا، معلوم ہوتا تھا کہ چاندی میں ڈھالا گیا ہے، چمکتا ہوا، مہکتا ہوا ؎

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے — رضاؔ

رنگ مبارک سنہری بھی، روپہلی بھی — غایت ملیح ہے کہ بس دیکھے جائیے ع

نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

قد مبارک نہ بہت دراز اور نہ بہت پست، بس درمیانہ نہایت ہی موزوں ع

قدے کہ طوبا شش ادنیٰ غلامے — جگرؔ

رُوئے مبارک کی بات نہ پوچھئے — حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں :-

یتلالا وجھہ تلالؤ القمر لیلۃ القدر (باب ماجاء فی خلق الخ، حدیث نمبر ۷)

(ترجمہ) چہرۂ مبارک اس طرح چمکتا تھا جس طرح چودھویں کا چاند چمکتا ہے

بے داغ کے صدقے جاؤں یوں دمکتے ہیں دمکنے والے — رضاؔ

اور حضرت جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں :-

فھو عندی احسن من القمر (باب ماجاء فی خلق الخ، حدیث نمبر ۹)

(ترجمہ) نہیں نہیں چاند سے بھی زیادہ حسین

؎ حسن مہ گرچہ بہنگام کمال اچھا ہے اس سے یہ مرا خورشید جمال اچھا ہے — غالبؔ

مگر کاوش کی تشبیہ نہایت عالی ہے، وہ کہتے ہیں ؎

چہرہ حضور کا ہے قرآں کھلا ہوا ہر اک ادا ہے رفعت عرفاں لیے ہوئے

فرق مبارک موزوں، بڑا اور بھاری — موئے مبارک نہ گھنگھریالے، نہ سخت، بس گرہ گیر ؎

صفا از عقدۂ دلہا است آں زلف معقد را بحمد اللہ کہ ربطے ہست با مطلق مقید را — نظیریؔ

کبھی کانوں کی لو تک جھولتے رہتے اور کبھی شانوں کو چوم چوم لیتے — کبھی دو دو زلفیں پڑی ہیں، کبھی چار چار گیسو بکھرے ہیں ع

زلف سیاہش صد دل بدامے —

کبھی مانگ نکلی ہے کبھی مانگ نکالی جارہی ہے — روزانہ نہیں، ایک دن بیچ کرکے —

جبین مبارک نہایت کشادہ اور چمکدار ع

لوح جبینش ماہِ تمامے —

چشمِ مبارک نہایت سیاہ اور سفیدی میں سُرخ ڈورے ـــــ

آنکھیں حضور کی ہیں کہ رحمت کے میکدے　　　ہر ہر نظر ہے نشۂ ایماں لیے ہوئے　　　کاوش

ـــــ ہمیشہ جھکی جھکی رہتیں تھے

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درُود

ابروئے مُبارک لمبی لمبی اور انتہائی خوبصورت' کمان کی طرح خمیدہ یا ہلالینِ عیدین ـــــ مژگان مبارک بڑی بڑی ؎

آں تیغ ابرو واں تیر مژگاں　　　آمادہ ہر یک بر قتل عامے　　　جگر

بینی مُبارک نہایت اُونچی' اور دیکھنے والوں کو تو بہت ہی اُونچی معلوم ہوتی ہے ؏

اُونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

رُخسار مُبارک ہموار و تاباں ؎

جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے　　　ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام　　　رضاؔ

دہن مبارک کشادہ' چشمۂ علم و حکمت' برہانِ الٰہی ؏

گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

دندان مبارک نہایت چمکیلے ـــــ اگلے دانتوں میں جھری ہے' جب ہنستے ہیں تو چمک اٹھتے ہیں ـــــ بس اسی جلوۂ جوا ہر کو قہقہہ کہہ لیجئے یا کھلکھلا کر ہنسنا ؎

دندانِ پاک سے ہیں دمکتے گہر بھی ماند　　　اور لب خراج لعل بدخشاں لیے ہوئے　　　کاوشؔ

ریش مُبارک گھنی تھی ـــــ چند بال سفید باقی سیاہ اور سیاہی مائل سُرخ جو تمہید سفیدی تھے :-

مہ کو گھیرے ہوئے سنہری کرن　　　یا لب جو ہے خورشید پر تو فگن ؎

موج دریا رواں ہے کنارِ چمن　　　خط کے گرد دہن وہ دِل آرا پھبن

سبزۂ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام　　　اخترؔ

دونوں شانوں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا ـــــ اس کے بیچوں بیچ چاندی کی طرح صاف شفاف صراحی دار گردن اور اس کے بالکل پیچھے مُہرِ نبوّت' نورٌ علیٰ نور ؎

حجرِ اسود کعبہ جان و دل　　　یعنی مہر نبوّت پہ لاکھوں سلام　　　رضاؔ

ہتھیلیاں پُر گوشت' ریشم سے زیادہ نرم و ملائم ـــــ کلائیاں لمبی لمبی ـــــ جس پر دستِ کرم پھیرا شفایاب ہوا انگشتِ مبارک لمبی لمبی ـــــ سینۂ مبارک فراخ و کشادہ ـــــ شکمِ مبارک سینے سے بالکل ہموار ـــــ پائے مُبارک پُر گوشت اور گہرا ـــــ اور خرام ناز ایسا کہ شرمائے شرمائے' جھکے جھکے' جیسے نشیب سے فراز کی طرف جا رہے ہوں '

بظاہر آہستہ آہستہ، مگر تیز تیز ؎

عرش جس خوبیٔ رفتار کا پامال ہوا — دو قدم چل کے دکھا سرو خراماں ہم کو — رضاؔ

سرکار دوعالم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سیاہ عمامہ زیب سرِ اقدس فرماتے تھے جس میں شملہ بھی ہوتا تھا ——— رومی جبّہ زیب تن فرمایا اور سیاہ بالوں والی کملی بھی استعمال فرمائی ——— سفید لباس بہت پسند تھا، سرخ و سیاہ اور سبز لباس بھی استعمال فرمایا ——— کُرتا بہت مرغوب تھا ——— تہبند بھی بہت پسند تھا جو نصف پنڈلی تک رہتا ——— ایک صحابی کو ملاحظہ فرمایا کہ نیچا تہبند باندھے جا رہے ہیں، ایسا کرنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا:-

امالك فی اسوة ——— کیا میرے طرزِ عمل میں تیرے لیے نمونہ نہیں ہے؟

بیشک عاشق کو حکم کی ضرورت نہیں، نشانِ قدم کی ضرورت ہے، وہ اسی پر مر مٹتا ہے ——— موشگافیاں اہلِ عقل کو مبارک ہوں ——— اسی موقع پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:-

فلاحق للازار فی الکعبین (باب ماجاء فی صفۃ ازار الخ، حدیث نمبر ۴)

(ترجمہ) تہبند کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں۔

اللہ اللہ دنیا میں حقوق کی ایسی پاسداری کس نے کی ہوگی! ——— حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بات سب نے سنی ہوگی لیکن حقوق الاعضاء کی بات نہ سنی ہوگی ——— کیا خوب ارشاد ہے کہ جس کا جو حق ہے وہی اس کو ملنا چاہیئے، کسی کو حق سے زیادہ دے کر دوسروں کی حق تلفی نہ کرو ——— ہماری بربادی کی اصل وجہ یہی حق تلفیاں ہیں۔

شاہِ حبش نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں سیاہ چمڑے کی موزوں کی ایک جوڑی بھیجی تھی آپ نے وہ بھی استعمال فرمائی ——— دو تسمے والے پاپوش مبارک بھی استعمال فرمائے، یہ پھٹ جاتے تو خود ہی مرمّت فرما لیتے، سبحان اللہ! آقا کا یہ حال اور غلاموں کا یہ حال کہ بیسیوں بلکہ سینکڑوں روپے جوتوں پر صرف کئے جا رہے ہیں اور یہ ہمت عوام تو عوام علماء کو بھی نہیں کہ پھٹی ہوئی جوتی کی خود مرمّت کر لیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اصل دولت سلاح مبارک تھے، کئی تلواریں تھیں، جن کے مختلف نام تھے العون، العرجون ——— شمائل شریف میں یہ نام ملتے ہیں اور شارحِ شمائل شریف احمد عبد الجواد الدومی نے یہ نام بھی لکھے ہیں۔ قضیب، قلعی، تبار، حتف، مخذم، رسوب، صمصامۃ، لحیف، ذوالفقار، (الاتحافات الربانیہ ص ۱۴۴)

زرہیں بھی کئی تھیں، شمائل ترمذی میں یہ دو نام ملتے ہیں ذات الفضول اور فضۃ ——— احمد عبد الجواد الدومی

نے یہ نام بھی لکھے ہیں ذات الوشاح، ذات الحواشی، السعدیۃ، البشراء، الحزنق (الاتحاف الربانیہ ص ۱۴۸)
جنگ احد میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات الفضول اور فضۃ زیب تن کئے ہوئے تھے، لب ورخسار لہولہان، دشمنوں نے شہادت کی خبر اڑا دی، صحابہ تتر بتر ہو گئے، سرکار ایک چٹان پر چڑھ کر جان نثاروں کو دیدار کرانا چاہتے ہیں مگر چڑھ نہیں پاتے، حضرت طلحہ رضی حاضر ہیں، جھک رہے ہیں اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی پشت پر چڑھ کر پہاڑی پر چڑھ رہے ہیں —— سبحان اللہ! قدوم مبارک نے پشتِ طلحہ (رضی اللہ عنہ) کو عرش بریں بنا دیا ع

ہم اوجِ طالعِ 'پشت طلحہ' دیکھتے ہیں!

زرہوں کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سات گھوڑے، چھ کمانیں، تیر وترکش، سنان وسپر، لوہے کا خود وغیرہ بھی تھے —— آپ نے ہر چیز کا نام رکھ چھوڑا تھا، کوئی چیز بے نام نہ تھی —— اللہ اللہ اپنے جان نثاروں کو کیا تہذیب سکھا دی!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گذر اوقات بہت ہی سادہ تھی، پیٹ بھر کر کھجور بھی تناول نہ فرمائی، پورے پورے مہینے چولہے میں آگ نہ جلتی تھی —— اور ابتداء اسلام میں تو ایسا کٹھن وقت بھی آیا کہ ایک ایک مہینے درخت کے پتوں کے سوا کچھ میسر نہ تھا، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اپنے بغل میں کچھ چھپا لاتے اور بس۔
یہ حکایت خونچکاں خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنیئے :-

لقد اخفت فی اللہ وما یخاف احد	ہاں ہاں اللہ کے راستے میں جتنا میں ڈرایا گیا
ولقد اوذیت فی اللہ وما یوذی احد	ہوں، جتنی مجھے تکلیف دی گئی ہے کسی کو نہیں
ولقد اتت علیّ ثلثون من بین	دی گئی اور ہاں (میری زندگی میں)، تیس دن
لیلۃ و یوم ومالی ولبلال طعام	رات ایسے بھی گذر گئے ہیں کہ کھانے کے لئے
یأکلہ ذوکبد الاشئی یواریہ	وہ بھی نہ تھا جو جانور کھا سکیں — پس بلال تھوڑا
ابط بلال	بہت بغل میں کچھ چھپا لاتے۔

(باب ماجاء فی عیش الخ، حدیث نمبر ۷)

راحت بعد کلفت پہ اکثر درود — رحمت بعد زحمت پہ اکثر درود
طلعت بعد ظلمت پہ اکثر درود — کثرت بعد قلت پہ اکثر درود
عزت بعد ذلت پہ لاکھوں سلام
اختر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ صبح وشام کے کھانے میں کبھی روٹی اور گوشت جمع نہیں ہوا ——

وصالِ مبارک تک گھر میں دو دن مسلسل ایسے نہ گزرے جس میں پیٹ بھر جَو کی روٹی بھی تناول فرمائی ہو' اتنی بھی نہ ہوتی کہ کھانے کے بعد بچ رہے۔ اور جَو کا آٹا بھی چھنا ہوا نہ ہوتا جو غریب سے غریب انسان بھی نہ کھا سکے ——— نہ کبھی چپاتی نوش فرمائی اور نہ میز پہ کھایا' ہمیشہ زمین پر اور دستر خوان پر تناول فرمایا۔ رات کا کھانا نوش نہ فرماتے' بس ایک وقت کھانا تناول فرماتے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک روز جناب مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھانا کھلایا' اس دن دستر خوان پر روٹی سالن ساتھ تھا ——— سرکار یاد آ گئے' رونے لگیں' روتی جاتیں اور فرماتی جاتیں " میں نے پیٹ بھر کر کبھی نہ کھایا' میری سرکار نے بھی کبھی روٹی اور گوشت سیر ہو کر نہ کھایا' رونے کو جی چاہتا ہے تو خوب روتی ہوں" ——— اللہ اکبر ؎

کُل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا　　　اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام　　　رضاؔ

حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ وہ کھانا تیار کریں جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تناول فرماتے تھے' فرمایا وہ کھانا کوئی نہ کھا سکے گا' اصرار کیا گیا تو آپ نے جَو کا گندھا ہوا آٹا پتیلی میں ڈالا' اوپر سے تھوڑا سا روغن ڈالا' اور اس پر سیاہ مرچ اور زیرہ کوٹ کر چھڑک دیا' لیجئے سرکار کا کھانا تیار ہو گیا ——— اللہ اللہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ قناعت اور ہمارا یہ حال' عوام تو عوام علماء وصوفیاء بھی مرغن کھانوں میں مصروف نظر آتے ہیں اور وہ کھانے جو سرکار نے کبھی کبھار دعوت میں تناول فرمائے' وہ ہم روزانہ گھر پہ کھاتے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مختلف دعوتوں میں یہ چیزیں تناول فرمائیں۔ مُرغی کا گوشت' سرخاب کا گوشت' دُنبے کا گوشت' خشک اور بُھنا ہوا گوشت ——— گوشت چھری سے کاٹ کاٹ کر بھی کھایا اور دانتوں سے بھی تناول فرمایا ——— ترکاریوں میں کدو' زیتون' چقندر' ککڑی نوش فرمائی ——— کدو بہت ہی مرغوب تھا۔ دعوت میں پیش کیا جاتا تو قتلے نکال نکال کر نوش فرماتے' لیکن آج عوام و خواص کی عیش پسندی و لذت اندوزی کا یہ عالم ہے کہ بوٹیاں نکال نکال کر تناول کرتے ہیں ؏

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا !

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ککڑی' تربوز اور خربوزہ' تازہ کھجور کے ساتھ نوش فرمایا ——— ایک بار ربیع بنت معوذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تازہ کھجوریں اور ککڑیاں لے کر حاضرِ خدمت ہوئیں۔ آپ نے خوش ہو کر قریب ہی رکھے ہوئے سونے کے زیورات مٹھی بھر کر عنایت فرما دیئے۔ یہ زیورات اس وقت بحرین سے تحفتہً آئے تھے' اللہ اللہ ———

ہاتھ جس سمت اٹھا بس غنی کر دیا　　　موجِ بحرِ سخاوت پہ لاکھوں سلام　　　رضاؔ

سرکار کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا جو بالعموم استعمال رہتا تھا' اس کے علاوہ چار پیالے اور تھے ———

— پیالوں کے مختلف نام تھے ایک نام الریان اور دُوسرے کا نام مغیثا تھا— پیالہ شریف کا ایک عجیب واقعہ سننے میں آیا ہے — حیدر آباد دکن میں ایک صاحب نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی آپ نے پیالہ عنایت فرمایا، آنکھ کھل گئی، بازار میں جو نکلے تو سر راہ ایک فقیر نے آواز دے کر بُلایا اور ایک پیالہ دیا، یہ دیکھ کر حیران رہ گئے ہو بہو وہی پیالہ تھا جو خواب میں دیکھا تھا اور جس کی صفات احادیث شریفہ میں بیان کی گئی ہیں، یہ پیالہ اب تک صاحب موصوف کے پاس ہے اور عجیب تاثیر رکھتا ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھنڈا اور میٹھا شربت پسند تھا، دُودھ بھی مرغوب تھا اور شہد بھی — دُودھ کے لیے کیا خوب ارشاد فرمایا کہ اس کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں جو بیک وقت پانی اور غذا دونوں کے قائمقام ہو — سرکار مشروبات کو بیٹھ کر نوش فرماتے، کبھی کھڑے ہو کر بھی نوش فرمایا اور آپ زمزم تو ہمیشہ کھڑے ہو کر نوش فرمایا، تین سانس میں نوش فرماتے کہ اس میں بے شمار طبّی فوائد ہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوقاتِ یومیہ کو تین حصّوں میں تقسیم کرلیا تھا — ایک حصّہ اللہ کے لیے، دُوسرا اہلِ خانہ کے لیے، تیسرا اپنے لیے — جو اپنے لیے مخصوص کیا تھا پھر اس کو دو حصوں پر تقسیم کرلیا — ایک اپنے لیے اور دوسرا مخلوقِ خدا کے لیئے — اللہ اکبر! اُمّتِ مرحومہ سے یہ محبّت کہ وقت بھی دیا تو اپنے ہی حصّے میں سے دیا — عوام و خواص جب ملاقات فرماتے تو خواص کو ترجیح دیتے — وہ خواص جن کا ذکر قرآن میں ہے — ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقکم — لیکن آج خواص کو پوچھنے والا کوئی نہیں، جب انسان ظاہری قوت سے خوفزدہ ہونے لگتا ہے تو اس کا یہی طرزِ عمل ہوجاتا ہے — وہ تقویٰ کا خیال نہیں رکھتا، وہ جمعیت و کثرت کو دیکھتا ہے اور قدم قدم پر خوف کھاتا ہے خواہ وہ تاجدارِ عالم ہی کیوں نہ سمجھا جائے لیکن وہ درحقیقت وہ خوفِ اغیار کی وجہ سے غلاموں کا غلام ہوتا ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچھونا بہت سادہ تھا، چمڑے میں کھجور کی چھال، اسی کو توشک سمجھ لیجئے، اسی کو گدّا سمجھ لیجئے — اور عام بستر تو ایک ٹاٹ کا ٹکڑا تھا، دوہرا بچھا دیا جاتا، اس پر استراحت فرماتے، ایک روز چوہرا کردیا گیا تو فرمایا :-

فان منعتنی وطاته صلوٰتی اللیة (باب ماجاء فی فراش الخ حدیث نمبر۲)	اس بستر کی نرمی نے رات کی نماز میں رکاوٹ پیدا کردی۔

اللہ اکبر! غور کیجئے اور اپنی حالت کو دیکھئے — دنیا والوں کی بات نہ کیجئے کہ انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے

اور دنیا کو آخرت کے عوض خرید ا ہے ــــ عُلماء و مشائخ کی بات کیجئے جو آخرت کو دُنیا پر ترجیح دینے کے دعویدار ہیں ــــ ان کے نرم نرم بستر دیکھئے اور پھر معمولی ٹاٹ پر استراحت کرنے والے اس کالی کملی کا خیال کیجئے ــــ! ہاں ؎

دونوں جہاں کی نعمت ہے مٹھیوں میں تیری　　بوسیدہ کپڑوں والے ٹوٹے مکان والے　　جگر

سرکار جب آرام فرماتے داہنی کروٹ پر اور داہنا ہاتھ رخسار مُبارک کے نیچے رکھ لیتے ــــ سوتے وقت بھی دُعا فرماتے اور بیدار ہو کر بھی دُعا فرماتے ــــ اللہ اللہ عین غفلت میں بھی ہشیاری کا درس دے گئے (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) ــــ جب بیٹھتے تو غرور و نخوت کے ساتھ نہیں بیٹھتے، انکسار کے ساتھ، بائیں جانب تکیہ پر ٹیک لگا لیتے، مگر کبھی تکیہ سے ٹیک لگا کر کھانا تناول نہ فرمایا جس طرح ہمارے اکثر علماء و مشائخ نوش فرماتے ہیں ــــ بیٹھتے تو کبھی بیٹھے بیٹھے زانو کھڑے کر کے کمر اور زانوؤں کے اردگرد رومال لپیٹ لیتے۔ شاید ہمارے ملک کے غریب کسان اسی سنّت پر عمل کرتے ہیں۔

عادت شریفہ تھی کہ کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے ــــ کھانے سے قبل ہاتھ دھو کر نہ پونچھتے ــــ اس سُنّت کی حکمت ایک عزیز نے سمجھائی فرمایا کہ ایک سرجن ہاتھ دھو کر سیدھے آپریشن تھیٹر میں تشریف لے گئے، جب ان سے پُوچھا کہ ہاتھ دھو کر کیوں نہ پونچھے؟ ــــ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہر چیز پر جراثیم موجود ہیں، تولیے پر بھی جراثیم ہوتے ہیں، اگر پونچھ لیتا تو عین ممکن تھا کہ جراثیم منتقل ہو کر میرے ہاتھ پر آتے اور پھر مریض کے زخم میں منتقل ہو جاتے ــــ حقیقت تو یہ ہے کہ فائدے میں وہی رہے جنہوں نے آنکھیں بند کر کے عمل کیا، جنہوں نے آنکھیں کھولیں اور عقل کو کام پر لگایا نقصان میں رہے۔ جو بات آنکھ والوں اور عقل والوں کو چودہ سو برس بعد سمجھ میں آئی وہی بات دل کو اس وقت سمجھ میں آگئی تھی ــــ علّامہ اقبال نے کیسی دل لگتی بات کہہ دی کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے "انسانی مساعی کو بہت ہی مختصر کر دیا" یعنی جو بات صدیوں میں سمجھ آسکتی تھی، منٹوں سیکنڈوں میں سمجھا دی ــــ اسی لیے تو بزرگ کہتے تھے کہ شرعی معاملات میں عقل کو کام میں نہ لاؤ، دل کو کام میں لاؤ ــــ اس کا مقصد یہ نہ تھا کہ شریعت کی بات عقل کے مُطابق نہیں۔ بلکہ مقصد یہ تھا کہ عقل سے سمجھنے میں وقت اور دولت دونوں کا ضیاع ہے، اور اس مختصر زندگی میں یہ ضیاع نہایت نامعقول بات ہے ــــ ــــ کھانے کے آداب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

فسم اللہ تعالیٰ وکل بیمینک مما یلیک (باب ماجاء فی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبل الطعام الخ حدیث نمبر ۳)	بسم اللہ پڑھو اور جو کچھ سامنے رکھا ہوا ہو اس کو داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔

تہذیبِ جدید میں اس سُنّت کا کیسے مذاق اڑایا جا رہا ہے ــــ اغیار نہیں ہم خود مجرم ہیں ــــ کیسی بسم اللہ

کس کی بسم اللہ ! بیٹھے بیٹھے کھڑے ہوگئے اور اس پر فخر محسوس کرتے ہیں اور کھڑے ہو کر چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے ہیں' کس کا داہنا ہاتھ اور کیسا ــــــ اپنے آگے سے ـــــ سب کے آگے سے ـــــ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ـــــــ آج تجدید عہد کی ضرورت ہے کہ ہم ہر اُس رسم کو خاک میں ملا دیں گے جس نے سرکار کی سُنّت کو خاک میں ملایا ہے ۔

سرکار کی عادت شریفہ تھی کہ تیل بہت استعمال فرماتے تھے' سر مُبارک تر بتر ہو جاتا تھا لیکن نفاست کا یہ عالم تھا کہ سر بند کا پورا پورا اہتمام رکھتے تھے جو عمامہ شریف کے نیچے بھی رہتا تھا ــــــ روزانہ سُرمہ کی تین تین سلائیاں لگاتے ــــــ آپ نے فرمایا کہ سرمہ بینائی کو جلا دیتا ہے ـــــ پلکیں بڑھاتا ہے اور دماغ کی مادۂ غلیظ کو خارج کرتا ہے ــــ مگر یہ سُنّت بھی جوانوں میں معدوم ہوتی جا رہی ہے' اس کی جگہ نت نئے طریقے ایجاد کر لیے ہیں جو سراسر مکر و فریب ہیں ــــــ

سرکارِ دوعالم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خُوشبو بہت ہی مرغوب تھی گو سراپا مہک تھے۔ خوشبو کا ہدیہ کبھی واپس نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ خوشبو' دُودھ اور تکیے کا ہدیہ کبھی واپس نہ کرو ـــــــ خوشبو کے بارے میں یہ بڑی لطیف بات فرمائی کہ خوشبو دو قسم کی ہے :-

طیب الرجال ماظھر ریحہ وخفی	مردانی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر نہ ہو' خوشبو
لونہ وطیب النساء ماظھر لونہ	ظاہر ہو' اور زنانی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ
وخفی ریحہ (باب ماجاء فی تعطر	ظاہر ہو خوشبو ظاہر نہ ہو۔

حدیث نمبر ۴)

~~~~~~~~~~

سرکار دوعالم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم مُسکراتے رہتے اور دل کی کلیاں کھلاتے رہتے تھے ؎

جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی — پھر دکھا دے وہ ادائے گلِ خنداں ہم کو — رضا

یہ تبسم پنہاں شاہ و وزیر' علماء و مشائخ' حاکم و افسر سب کے لئے ایک درسِ عظیم ہے ۔ یہ سمجھنا کہ عظمت کا راز منہ لبورنے میں مخفی ہے خام خیالی ہے ۔ عظیم وہی ہے جس کی ٹھوکر پر دولتِ دنیا ہو پھر بھی وہ مغرور نہ ہو مُسکراتا رہے ۔

ع تیرے ہونٹوں کے تبسم پہ نچھاور مہ لو

سرکار مجلس میں ایسے شرمائے شرمائے بیٹھتے تھے کہ کوئی کیا بیٹھے گا ــــــ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ دیکھتے تھے ــــ یہ بے حیائی تہذیب جدید نے ہم کو سکھائی ہے ـــــ دزدیدہ نگاہی شیوۂ مرغوب تھا ؎

ہر عشوۂ او شیریں مقامے — ہر غمزۂ او رنگیں پیامے — جگر

گفتگو فرماتے تو صاف صاف' ٹھہر ٹھہر کر' آہستہ آہستہ' دھیرے دھیرے ـــــ ہر بات تین دفعہ دہراتے کہ سمجھنے والا اچھی طرح سمجھ لے' نہ ضرورت سے زیادہ گفتگو فرماتے اور نہ ضرورت سے کم ـــــ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ بولنے پر
~~~~~~~~~~

آئیں تو بولتے چلے جائیں، لکھنے سے جی چراتے ہیں اور عمل سے بیگانہ ہیں، وہ سراپا کتاب تھے، وہ سراپا عمل تھے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مزاح بھی فرمایا کرتے تھے کہ مزاح بہارِ حسن ہے ـــــ ایک صحابی سے مزاحاً فرمایا ـــــ ذوالاذنین (دوکانوں والے) ـــــ ایک بچّے کا بُلبل مرگیا، سرراہ آزردہ بیٹھا تھا، سرکار نے جو دیکھا تو فرمایا :-

یا ابا عمیر ما فعل النغیر　　عمیر کے ابا تیرے بلبل کو کیا ہوا ؟

(باب ماجاء فی صفۃ مزاح الخ حدیث　)

یہاں ہم قافیہ الفاظ 'عمیر' اور 'نغیر' سے لطفِ مزاح پیدا کیا ہے ـــــ ایک صحابی سے فرمایا 'تمہیں اُونٹنی کے بچّے پر سوار کروں گا ـــــ وہ حیران کہ اس پر کیسے سواری کریں گے ـــــ لیکن کیا ہر اُونٹ' اونٹنی کا بچّہ نہیں ؟ ـــــ

ایک بڑھیا نے جنّت کے لئے دُعا کی درخواست کی' فرمایا ' بڑھیا جنّت میں نہ جائے گی ـــــ وہ بیچاری روتی پیٹتی چل دی' آپ نے اس کے پیچھے ایک صحابی کو بھیجا اور فرمایا اس سے کہہ دو کہ 'جنّت میں جو جائے گا جوان ہوکر جائے گا ـــــ

حضرت زاہر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بازار میں بیٹھے کچھ بیچ رہے تھے' سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیچھے سے آکر آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا :-

من یشتری ھذا العبد ؟　　اس غلام کو کون خریدتا ہے ؟

(باب ماجاء فی صفۃ مزاح الخ حدیث نمبر ۵)

اللہ اللہ ! حضرت زاہر رضی اللہ عنہ کی قسمت قابلِ صد رشک تھی کہ سرکار نے انہیں خود غلام کہہ کر پکارا ـــــ اس غلامی کو خدا کی غلامی سمجھ لیجئے یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غُلامی ؎

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا تو تو ہے عبدِ مصطفٰے　　تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے　　رضاؔ

بیشک سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آقا و مولیٰ ہیں' خود مولائے کُل کہہ رہا ہے :-

'صاحبکم' تمہارے آقا (النجم، آیت نمبر ۲)

اور خود سرکار فرما رہے ہیں :-

'صاحبکم' تمہارے مولیٰ (باب ماجاء فی خلق الخ حدیث نمبر ۱۶)

ہاں ؏

مولائے ہمہ بندہ' ہم بندۂ مولائی

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزاح میں یہ بات قابلِ غور و فکر ہے کہ جھوٹ کی ذرا آمیزش نہیں۔ اللہ اللہ کیا اہتمامِ صداقت ہے ! صداقت کا یہ معیار کوئی پیش کرکے تو دکھائے ؟ ـــــ ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے سچ بھی جھوٹ کے پلندے ہیں اور جھوٹ کا تو کہنا ہی کیا !

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اشعار مرغوب تھے، عبداللہ بن رواحہ، لبید بن ربیعہ اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہ کے اشعار سماعت فرمائے ——— جن بزرگوں کے ہاں نعت خوانی یا بلا مزامیر قوالی کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں وہ اسی سنت شریفہ پر عامل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اشعار سننے سے طبیعت میں نرمی اور توازن پیدا ہوتا ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمہ بہت عالی تھے، خود خالقِ کائنات فرمارہے ہیں:-

وان لك لاجرا غير ممنون ○ وانك لعلى خلق عظيم ○

(سورۃ القلم : ۳، ۴)

آپ کے اخلاقِ حسنہ سے متعلق بہت سی آیات ہیں ——— آپ نرم طبیعت تھے، نہ کسی کی مذمت فرماتے اور نہ کسی کا عیب بیان فرماتے، اجنبی مسافر کی بدتمیزیوں کو برداشت فرماتے، کوئی بھی کچھ مانگتا فوراً عطا فرما دیتے، ایک مرتبہ ایک صحابی نے چادر طلب کی، عنایت فرمادی، دوسرے صحابہ نے ان سے کہا کہ یہ کیا کیا؟ ——— "فرمایا اوڑھنے کے لیے نہیں لی اُرے یہ تو کفن کے لیے لی ہے" چنانچہ ان صحابی کو اسی چادر میں کفنایا گیا ——— اللہ اللہ، صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیسا عشق تھا!

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدابِ مجلس کا خیال رکھتے، جیسی باتیں ہوتیں خود بھی اس میں شریک ہوجاتے آخرت کی بات ہوتی تو آخرت کی باتیں فرماتے اور اگر کھانے کی باتیں ہوتیں تو کھانے کی باتیں فرماتے ——— ہر ایک سے دلدہی اور رغبت سے باتیں فرماتے کہ اس کا جی خوش ہوجاتا ——— ناگوار بات کا زبان سے اظہار نہ فرماتے بلکہ حاضرین چہرۂ مبارک سے اندازہ لگا لیتے یا دوسروں کو ہدایت فرماتے کہ وہ منع کردیں۔ سبحان اللہ! غلط کاروں کے دل کا بھی اتنا خیال! ——— حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس برس سرکار کی خدمت میں رہا لیکن کبھی "ہوں" تک نہ فرمایا اور نہ کسی بات پر باز پرس کی ——— نہ کسی خادم کو مارا اور نہ ازواج کو، خلق سراپا تھے ——— افسوس ازواج کے معاملے میں ہمارے متاخرین علماء و مشائخ نے کچھ اچھی روایت قائم نہ کی جس سے دورِ جدید کی دختران ملت چہروں پر داڑھی کو دیکھ دیکھ کر متوحش ہوتی ہیں، کاش سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روش پر چلا جاتا اور دنیا کو معلوم ہوتا کہ دلداری کا حق کس طرح ادا کیا جاتا ہے ——— ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نفس کی خاطر کبھی کسی سے انتقام نہ لیا اور یہاں گھر ہو یا باہر سب نفس کی خاطر ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع و انکساری کا یہ عالم تھا کہ اپنے کپڑے خود صاف کرلیا کرتے تھے، اپنی جوتیاں خود مرمت کرلیا کرتے تھے، بکری کا دودھ دوہ لیا کرتے تھے، اپنے کام خود کرلیا کرتے تھے، حتیٰ کہ دوسروں کے کام بھی کردیتے تھے ——— یہ آپ کی شان تھی اور یہ ہمارا حال ہے۔ راقم نے ایک جلیل القدر عالم کی زیارت کی اور یہ دیکھا

کہ خادم کرتا پہنا رہا ہے، خادم صدری پہنا رہا ہے، خادم عمامہ شریف سر پر رکھ رہا ہے۔ الغرض سب کام خادم ہی کر رہا ہے، اور وہ صرف بیٹھے ہوئے ہیں، افسوس صد افسوس ہمارے علماء نے بھی سنّت کو ترک کر دیا اور اس راہ پر چلنے لگے جو محبوب کی راہ نہیں، فراعینِ وقت کی راہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجلس شریف میں تشریف لاتے تو صحابہ کو احتراماً کھڑے نہ ہونے دیتے، صحابہ کے ساتھ چلتے، تو چلتے چلتے کبھی ان کو آگے کر دیتے، سلام میں ہمیشہ پہل کرتے —— افسوس اس سنّت سے بھی ہم بہت دُور ہو گئے۔ ہم کو آگے چلنے اور دُوسروں کو پیچھے چلوانے میں مزا آنے لگا، خود سلام نہیں کرتے اور دُوسروں سے سلام کی توقع رکھتے ہیں —— حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس گھوڑے تھے لیکن آپ گدھے پر بھی سواری فرماتے تھے کہ یہ غریبوں کی سواری ہے، اللہ اللہ کیا دلداری ہے! اور کیا تواضع ہے۔ کیا دنیا کا کوئی حاکمِ وقت اور شیخِ وقت غریب پروری کا برسرِ عام یہ مظاہرہ کر سکتا ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عبادت و ریاضت کا حال نہ پُوچھیئے —— نفل پڑھتے پڑھتے پاؤں مبارک ورما جاتے، عرض کیا جاتا تو ارشاد فرماتے :-

افلا اکون عبداً شکوراً (باب ماجاء فی عبادۃ الخ حدیث نمبر ۳)

اللہ اللہ کیا نیازمندی ہے —— اوّل رات آرام فرماتے، پھر بیدار ہو جاتے اور نوافل پڑھتے رہتے۔ نمازِ فجر سے قبل تھوڑی دیر آرام فرماتے پھر بیدار ہو جاتے اور نماز ادا کرتے۔ اس کے بعد اشراق و چاشت کے نوافل پڑھتے —— نوافل اتنی دیر میں ادا فرماتے کہ جو صحابی شریک ہوتا تھک تھک جاتا —— نوافل میں کبھی ایک رکعت سورۃ بقرہ کی قرأت فرماتے اور دوسری رکعت میں سورۃ آلِ عمران، پھر ترتیل کے ساتھ قراءت فرماتے —— رکوع و سجود میں اتنی ہی تاخیر فرماتے جتنی قیام میں —— غور تو کیجئے یہ دو نفل کتنے گھنٹے میں پورے ہوتے ہوں گے! —— روزے رکھتے تو مسلسل روزے رکھے چلے جاتے، سمجھنے والے یہ سمجھتے کہ شاید اب افطار نہ فرمائیں گے —— کس میں ہمّت ہے جو ہمّتِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا مقابلہ کرے —— سُنیئے سُنیئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا فرما رہی ہیں :-

وایکم یطیق ما کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم یطیق؟ (باب ماجاء فی صوم الخ حدیث نمبر ۱۳)	تم میں کون ایسی طاقت و سکت رکھتا ہے جتنی طاقت و سکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رکھتے تھے؟

اللہ اللہ! جب نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو سینۂ مبارک سے ایسی آواز آتی جیسے جوش مارتی پتیلی سے آتی ہے —— کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ایک آیت پڑھتے پڑھتے ساری ساری رات گذر جاتی ؎

تہجد کی جاگی نگاہوں کا صدقہ مرے بختِ خفتہ کو آکر جگا دے کاوشؔ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ ایک رات جو نفل پڑھنے کھڑے ہوئے تو ساری رات یہ آیت شریف پڑھتے رہے :-

ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك
انت العزيز الحكيم ○

(باب ماجاء فی عبادۃ الخ، حدیث نمبر ۱۴)

ہاں ـــــ ؎

اس امت عاصی سے نہ مُنہ پھیر خدایا ۔۔۔ نازک ہے بہت غیرتِ سلطانِ مدینہ ۔۔۔ جگر

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم قرأت فرماتے تو صاف صاف' ٹھہر ٹھہر کر ـــــ راگ کی طرح آواز کو چکر نہ دیتے جس طرح ہمارے اکثر قاری حضرات کو عادت سی ہوگئی ہے' حلق سے بنا بنا کر نئی نئی آوازیں نکالتے ہیں اور اس طرح گھماتے ہیں کہ بس دیکھا کیجئے ! ـــــ لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اس طرح تلاوت نہ فرماتے ـــــ فتح مکہ کے موقع پر اُونٹنی پر سوار ہیں اور وجد میں یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرما رہے ہیں :-

انا فتحنا لك فتحا مبينا الخ

شمع رسالت کے گرد پروانے جمع ہیں ـــــ عجب دل آراء منظر ہے ! ـــــ راوی فرماتے ہیں کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میرے اردگرد ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جائیں گے تو سرکار کی آواز میں یہ آیت کریمہ سناتا ـــــ اللہ اکبر! کیا کشش تھی کہ جن و بشر سب کھنچے چلے آتے تھے !

کبھی کبھی صحابہ سے تلاوت کی فرمائش کرتے ـــــ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سرکار کی مجلس میں بیٹھے قرآن سُنا رہے ہیں کہ :-

انی احب ان اسمعه من غيری ۔۔۔ دل چاہتا ہے کہ حدیثِ یار کسی دوسرے کی زبان سے سنوں !

(باب ماجاء فی بکاء الخ حدیث نمبر ۲)

ہاں سناؤ' سناؤ ! ـــــ تلاوت ہو رہی ہے' آنسو بہہ رہے ہیں ـــــ ذرا غور کیجئے ارشاد فرمایا 'من غیری' ـــــ کہ آپ کی تلاوت' تلاوتِ عین ہے غیر نہیں ؎

حدیثِ حسن و مشتاقی درونِ پردہ پنہاں بود ۔۔۔ برآمد شوق از خلوت نہاد ایں راز بر صحرا ۔۔۔ نظیری

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی رقت کا یہ عالم تھا کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میت رکھی ہے چادر اٹھاتے ہیں اور پیشانی چوم رہے ہیں' اشکبار ہیں ـــــ ہاں اے عثمان ذرا عمرِ رفتہ کو آواز دیجئے کہ آج قسمت کا ستارہ اوج پر ہے ؎

وہ آئے ہیں پریشاں لاش پر آج　　　　تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے؟　　　　مومن

میت اٹھائی گئی تو بے ساختہ ارشاد فرمایا :-

طوبیٰ لك یا عثمان! لم تلبسك الدنیا و لم تلبسھا۔　　　　اے عثمان مبارک ہو! نہ تو نے دنیا کو پہنا اور نہ دنیا نے تجھے پہنا،

(باب ماجآء فی بکآء الخ حدیث)

ایک نیکی یہ ہے کہ انسان دنیا میں رہ کر دنیا سے الگ رہے، یہ بھی آسان نہیں ——— اور ایک نیکی یہ ہے کہ دنیا اس کی طرف لپکے اور وہ دونوں ہاتھوں سے اسے جھٹک دے ؎

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو　　　　عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

اور ہاں دیکھو دیکھو اب اس جانِ جاں کی سواری جانے والی ہے، پیوند لگی گدڑی پہنے ہیں ——— عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں سر مبارک رکھا ہے اور دنیا والوں کو بتا رہے ہیں کہ دیکھنا نازک دلوں کی دلداری کرتے رہنا، ان کے دل نہ توڑنا ——— دیکھنا بھولنا نہیں ——— !

کرب کا عالم ہے، سواری جانے والی ہے، پہلو سے دل نکلے جاتے ہیں اور جسموں سے جانیں نکلی پڑ رہی ہیں ——— حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہا حاضر ہیں، دل پہ چوٹ سی لگی ہے، بے ساختہ پکار اٹھیں۔

واکرباہ ! (باب ماجآء فی وفاۃ، حدیث نمبر ۱۳)

؎ یوں نہ پردہ کرو خدا کے لیے　　　　دیکھو دنیا تباہ ہوتی ہے!

——— سرکار دلا سا دے رہے ہیں :-

لا کرب علیٰ ابیك بعد الیوم !　　　　اے جانِ پدر! رو نہیں، تیرے باپ پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہ ہو گی!

اور پھر زبان مبارک پر رواں ہو گیا :-

اللھم الحقنی بالرفیق الاعلیٰ ———

ہاں سواری چلی گئی ——— اندھیرا ہی اندھیرا ہو گیا ——— حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس دن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے ذرہ ذرہ چمک رہا تھا اور جس دن تشریف لے گئے ذرہ ذرہ تاریکی میں ڈوب گیا ؎

مرے غم خانۂ مصیبت کی　　　　چاندنی بھی سیاہ ہوتی ہے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی ہے تو دوڑے دوڑے حاضر ہوئے ——— اور سرکار سے آ کر لپٹ گئے،

آنکھیں اشکبار ہیں جگر و دل پارہ پارہ ہیں، جبین مُبارک کو چوم رہے ہیں ؎

پردہ اس چہرۂ انور سے اٹھا کر اک بار | اپنا آئینہ بنا دے مہ تاباں ہم کو ! | رضا

ایک آہ دلخراش کے ساتھ وہ رفیق وفا شعار، یار غار پکار اٹھا :-

وانبیاہ ! واصفیاہ ! واخلیلاہ ! | اے دوست ! اے اَن دیکھی دکھانے والے اور اَن سُنی سنانے والے ! ہاں اے برگزیدۂ خلائق تم چلے گئے !

(باب ماجاء فی وفاۃ الخ، حدیث نمبر ۲)

؎ شہر دل آہ عجب جائے تھی پر اس کے گئے | ایسا اُجڑا کہ کسی طرح بسایا نہ گیا | میر

جنازہ شریف حجرہ شریف میں رکھا ہے، گروہ در گروہ صحابہ جا رہے ہیں اور نماز پڑھ پڑھ کر آ رہے ہیں —— ہاں آج کون امامت کرے کہ امام الانبیاء استراحت فرما رہے ہیں؟

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کرم تو دیکھئے ایک مرتبہ فرمایا کہ جس کا ایک بچہ یا دو بچے فوت ہو جائیں وہ شخص جنت میں جائے گا —— حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں اور جس کا کوئی بچہ نہ مرا ہو؟ —— ارشاد فرمایا :-

انا فرط لامتی لن یصابو بمثلی | اپنی امت کا ذخیرۂ آخرت تو میں ہوں کہ میرے وصال کا غم میری اُمت کو آل اولاد سے بھی زیادہ ہوگا۔

(باب ماجاء فی وفاۃ الخ حدیث نمبر ۱۴)

—— ہاں ؎

اے درد تو بپایۂ درماں رسیدہ باد ! | خار غمت بجانِ محباں خلیدہ باد ! | حسرت

آمین !

~~~~~~~~~~~~~~~~

ذکر محبوب کے بعد کوئی ذکر اچھا نہیں لگتا، لیکن اگر اس ذکر کی تقریب اور اس غیبی امداد کا ذکر نہ کیا جائے جس نے راقم کو اس سعادتِ ابدی سے سرفراز کیا تو کفرانِ نعمت ہوگا —— کہاں ریگ زارِ سندھ اور کہاں مرغزارِ سرحد، مگر جب وہ نوازنے پر آتے ہیں تو نوازتے چلے جاتے ہیں، دعا کی بھی ضرورت نہیں رہتی ۔ ؎

بے طلب دیں تو مزا اس میں سوا ملتا ہے | وہ گدا جس کو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے | غالب

حضرت مخدومی مولانا محمد امیر شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے شرح انوار غوثیہ پر مقدمہ لکھنے کے لئے اس ہیچمداں کا انتخاب فرمایا، یہ موصوف کا کرم ہے ورنہ یہ کام کسی متبحر عالم اور عارفِ کامل کا تھا، کم مایگی اور بے بضاعتی، اس پر ریگستانِ تھر میں خلوت و تنہائی اور کتابوں سے دُوری یہ ایسے اُمور تھے کہ معذرت پیش کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا لیکن
~~~~~~~~~~~~~~~~

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثنا اور ذکر و اذکار سے گریز کرتے شرم محسوس ہوئی اور دل نے کہا کہ "نہیں نہیں، لکھو کہ وہ خود لکھوائیں گے"

الحمد للہ علیٰ احسانہٖ اسباب پیدا ہوتے گئے، مقدمہ کی تدوین میں بہت سے محسنین و مشفقین اور احباء و رفقاء نے اعانت فرمائی اور بفضلہٖ تعالیٰ دو ماہ (فروری و مارچ ۱۹۷۵ء / محرم و صفر ۱۳۹۵ھ) کی مدت میں یہ مقدمہ پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔

اس سلسلے میں راقم ان حضرات کا خاص طور پر ممنون ہے ـــــ حضرت مخدومی مولینا محمد امیر شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ (پشاور)، حضرت پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں مدظلہ العالی (سابق صدر شعبۂ اُردو سندھ یونیورسٹی حیدر آباد)، حضرت مولینا عبد القدوس ہاشمی (ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد)، پروفیسر محمد ایوب قادری (اردو کالج کراچی)، پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش (ایس۔ اے۔ ایل گورنمنٹ کالج میر پور خاص)، جناب سعید احمد صاحب (انجمن ترقی اُردو کراچی)، جناب سید ضمیر نیازی (کراچی)، جناب سید انور علی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان (کراچی)، میاں ظاہر شاہ میاں قادری محمودی (مدین، سوات)

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

آخر میں راقم اس پیکر نور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نورانی ذکر کو جامع الترمذی کی اس نورانی دُعا پر ختم کرتا ہے:۔

اللھم اجعل لی نورًا فی قلبی ونورًا فی قبری ونورًا من بین یدیہ ونورًا من خلفی ونورًا عن یمینی ونورًا عن شمالی ونورًا من فوقی ونورًا من تحتی ونورًا فی سمعی ونورًا فی بصری ونورًا فی شعری ونورًا فی بشری ونورًا فی لحمی ونورًا فی دمی ونورًا فی عظامی، اللھم اعظم لی نورًا واعطنی نورًا واجعل لی نورًا۔ ـــ

تو میری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ　　تیرے پیمانے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی　　اقبال

یارب گسستنِ پیوندِ جان وتن برمن آساں باد و آں دم جز حمد تو و نعت محمد علیہ السلام در دل و بر زباں مگذارد!

آمین اللّٰھم آمین!

یوم جمعۃ المبارک
۲۳، صفر المظفر ۱۳۹۵ھ
مطابق ۷، مارچ ۱۹۷۵ء

محمد مسعود احمد
پرنسپل
گورنمنٹ کالج، مٹھی (ضلع تھرپارکر، سندھ)
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

اصولِ حدیث

من تصنیف

حضرت علامہ عارف باللہ محدث جلیل جناب سید شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوری

الحمد للہ الذی میز الحدیث الصحیح من غیرہ بالمحدثین واحرز السنۃ النبویۃ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ بالعلماء المتقین والصلوۃ والسلام علی رسولہ **محمد** سید الاولین و الاخرین وعلی الہ واصحابہ اجمعین **امابعد** فیقول العبد الضعیف **محمد غوث** بن سید حسن غفر اللہ تعالیٰ ذنوبہما وستر فی الدارین عیوبہما ان التقرب الحق تعالیٰ منوط بالمتابعۃ النبویۃ وھی موقوفۃ علی العلم بالاحادیث المصطفویۃ علی صاحبہا الف الف صلاۃ وسلام وامتیاز الصحیح فی الحدیث من غیرہ لا یحصل الا بمعرفۃ اقسام الحدیث وطرقہ وبیان حال الاسناد **وَقَدْ صُنِّفَتْ** فیہا کتب کثیرۃ لکن لما شاھدت تکاسل الناس عن مطالعتہا اردت ان اکتب رسالۃً مختصرۃً مشتملۃً لما لابد لطالب العلم منہ **اعلم** ان الحدیث فی اصطلاح المحدثین عبارۃ عن قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو سمعہ اوراٰہ وسکت ولم ینکر علیہ **وعند** البعض قول الصحابی وفعلہ وتقریرہ ایضًا حدیث **والسند** فی اصطلاحہم عبارۃ عن رجال الحدیث الذین رووہ **والاسناد** عبارۃ عن ذکر ھٰذا الرجال والروایۃ عنہم **ومتن الحدیث** عبارۃ عما ینتھی الیہ الاسناد من الکلام او الفعل **فان کان** الاسناد منتھیًا الی قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفعلہ وتقریرہ فھو حدیث **مَرْفُوْعٌ** وان انتھیٰ الی الصحابی فھو **موقوفٌ** وان انتھی الی تابعی فھو **مَقْطُوْعٌ** والی مادونہ **اَثَرٌ** ثم ان لم یسقط فی الاسناد من رواۃ الحدیث احد فھو **المتصل** وکل حدیث مرفوع سندہ متصل یقال لہ **المُسْنَدُ** عند الجمھور وعند بعضہم یسمی المتصل مسندًا سواء کان مرفوعًا اولا وان سقط من رواتہ